مجلس ادارت

ڈاکٹر گلشن طارق، ڈاکٹر محمد ارشد اویسی، ڈاکٹر سہیل عباس خان، منزہ منور سلہری

مشاورتی بورڈ (قومی)

ڈاکٹر انوار احمد، سابق صدر نشین، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد
ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری، سابق پرنسپل اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور
ڈاکٹر تبسم کاشمیری، وزیٹنگ پروفیسر، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور
ڈاکٹر رشید امجد، وزیٹنگ پروفیسر، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد
ڈاکٹر محمد یوسف خشک، چیئرمین، اکادمی ادبیات، اسلام آباد
ڈاکٹر سید جاوید اقبال، پروفیسر شعبہ اُردو، ڈین فیکلٹی آف آرٹس، سندھ یونیورسٹی، جامشورو
ڈاکٹر روبینہ شاہین، صدر شعبہ اُردو، پشاور یونیورسٹی، پشاور
ڈاکٹر خالد محمود خٹک، صدر شعبہ اُردو، یونیورسٹی آف بلوچستان، کوئٹہ
ڈاکٹر اصغر علی بلوچ، صدر شعبہ اُردو، گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج آف سائنس، فیصل آباد
ڈاکٹر طارق عزیز، صدر شعبہ اُردو، لیڈز یونیورسٹی، لاہور
ڈاکٹر زاہد منیر عامر، صدر شعبہ اُردو، اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور
ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر، صدر شعبہ اُردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد
ڈاکٹر محمد آصف اعوان، صدر شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد
ڈاکٹر عزیز ابن الحسن، صدر شعبہ اُردو، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد
ڈاکٹر عابد سیال، صدر شعبہ اُردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد
ڈاکٹر نذر عابد، صدر شعبہ اُردو، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ
ڈاکٹر راشد حمید، ڈائریکٹر جنرل اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد
ڈاکٹر وحید الرحمٰن خاں، صدر شعبہ اُردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لوئر مال کیمپس، لاہور
ڈاکٹر صائمہ اِرم، صدر شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور
ڈاکٹر قاضی عبدالرحمٰن عابد، صدر شعبہ اُردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان
ڈاکٹر زمرد کوثر، صدر شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج برائے خواتین یونیورسٹی، فیصل آباد
محترمہ صائمہ شکور، صدر شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج برائے خواتین، کھرڑیانوالہ، فیصل آباد
ڈاکٹر محمد وسیم انجم، صدر شعبہ اُردو، وفاقی اُردو یونیورسٹی برائے فنون، سائنس و ٹیکنالوجی، اسلام آباد

مشاورتی بورڈ (بین الاقوامی)

ڈاکٹر جلال سوئیدان (ترکی)، ڈاکٹر سویامانے یاسر (جاپان)، ڈاکٹر ابراہیم محمد ابراہیم (مصر)، ڈاکٹر درمش بلغر (ترکی)، ڈاکٹر خلیل طوقار (ترکی)، ڈاکٹر محمد محمود الاسلام (بنگلہ دیش)، ڈاکٹر محمد کیومرثی (ایران)، ڈاکٹر یوسف عامر (مصر)، ڈاکٹر علی بیات (ایران)، ڈاکٹر اے۔ بی اشرف (ترکی)، ڈاکٹر مرغوب حسین طاہر (جاپان)، ڈاکٹر تمثال مسعود (امریکہ)

ناشر: ڈاکٹر محمد ارشد اویسی، صدر شعبہ اُردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

رابطے کے لیے: شعبہ اُردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، سیکٹر C، ایونیو 4، فیز 6، ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی، لاہور
برقی پتہ: drarshadovaisi@lgu.edu.pk
ویب سائٹ: www.lgu.edu.pk

قیمت: 400/= روپے
تزئین و آرائش: شاہد فاروق **Email:**shahid_farooq2006@yahoo.com

فہرست مضامین

☆ اداریہ ۵

☆ ابتدائی ثانوی جماعتوں میں تدریسِ زبان وقواعد کی اہمیت .... پروفیسر ڈاکٹر اصغر علی بلوچ/ کنیز فاطمہ ۶

☆ مکتوب نگاری اور اُردو زبان میں اس کا آغاز وارتقا .... ڈاکٹر علی اکبر الازہری/ نادیہ عالم ۱۱

☆ تدوین۔لغوی واصطلاحی معنی .... ڈاکٹر عظمت رباب/ پروفیسر ڈاکٹر محمد خاں اشرف ۲۵

☆ یوسفی کے مضمون ''سیزر، ماتا ہری اور مرزا'' میں مشاہیر کا تذکرہ .... شہر بانو ظفر/ ڈاکٹر سعید احمد ۳۲

☆ عبدالعزیز ساحر کا نثری اسلوب اور ''محرابِ تحقیق'' .... ڈاکٹر شبیر احمد قادری ۳۹

☆ مجید امجد کی نظم ''افسانے'' کا تنقیدی وتجزیاتی مطالعہ .... ڈاکٹر فرید احمد ۴۷

☆ معنیات: تعارف، تفہیم اور دائرہ کار .... فریال ارشاد ۵۳

☆ مزدور طبقہ اور پاکستانی اُردو ناول .... ڈاکٹر قیصر آفتاب احمد/ ڈاکٹر مشتاق عادل ۷۱

☆ ''ڈاکٹر جمیل جالبی: شخصیت اور فن'' کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ .... محمد اقبال ۷۶

☆ اُردو: بحیثیت ایک عالمگیر زبان .... ڈاکٹر فضیلت بانو ۸۴

☆ خطباتِ اقبال کے اُردو تراجم میں قرآنی آیات کے ترجمہ کا معیار (تحقیقی وتنقیدی جائزہ)...... ڈاکٹر محمود علی انجم ۹۰

☆ فکرِ اقبال میں ارکانِ اسلام.. ڈاکٹر محمد وسیم انجم/ڈاکٹر حافظ عبدالرشید ۱۰۳

☆ دبستانِ دہلی کے شعرا کے ہاں تصورِ فنا.......................... حافظہ عائشہ صدیقہ/پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون قادر ۱۲۲

☆ بانو قدسیہ کا ناول ''شہرِ بے مثال''۔ایک مطالعہ.......................... شمروز اللہ دتہ/منزہ منور سلہری ۱۳۱

☆ اُردو شاعری اور امیجری.. ماجد مشتاق ۱۳۸

☆ خُطباتِ اقبال کے تفہیمی مسائل (اسباب وعلل کے آئینے میں).................................. محمد خرم یاسین ۱۴۳

☆ اشاریہ نورِ تحقیق، جلد:۴، شمارہ:۱۶.. محمد خرم یاسین ۱۵۲

☆

۱۔ مقالات HEC کے معیارات کی روشنی میں شائع کیے جاتے ہیں۔
۲۔ اشاعت کی غرض سے مقالات کے انتخابات کا دارومدار ریفریز کی جانچ اور ادارتی بورڈ کی منظوری پر ہے۔
۳۔ مقالہ نگار اپنی تحقیقی کاوش کا ایبسٹریکٹ (Abstract) بھی ارسال کریں، جو انگریزی زبان میں اور مختصر ہو۔
۴۔ مقالہ Letter Size کے کاغذ پر ایک ہی جانب کمپوز کروا کر بھیجا جائے جس کے متن کا مسطر "۴x"۸ میں رکھا جائے۔تحریر کے لیے ۱۴ پوائنٹ اور حوالہ جات کے لیے ۱۲ پوائنٹ ہونا چاہیے۔
۵۔ ''نورِ تحقیق'' کو بھیجے جانے والے مقالات تحریری شکل اور سی ڈی (ہارڈ اور سافٹ کاپی) کے ساتھ بھیجیں۔آپ اپنا مقالہ ''نورِ تحقیق'' میں اشاعت کے لیے ادارتی بورڈ کو اطلاع دینے کے بعد ای میل کے ذریعے بھی بھیج سکتے ہیں۔
۶۔ مقالہ نگاروں سے درخواست ہے کہ پوری احتیاط سے پروف ریڈنگ کرنے کے بعد سی ڈی تیار کریں۔
۷۔ تمام مقالات اشاعت سے قبل Peer Review کے لیے مختلف ماہرین کو بھیجے جاتے ہیں جن کی منظوری کے بعد مقالات ''نورِ تحقیق'' میں شائع کیے جاتے ہیں۔
۸۔ بھیجے گئے مقالات اخلاقی تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے چاہییں۔
۹۔ مقالات کے گروہی تعصب اور فرقہ واریت سے مبرا ہونے کو یقینی بنائیں۔
۱۰۔ ادارے کا مقالہ نگاروں کی آرا سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

اداریہ

''نورِتحقیق'' کا سولھواں شمارہ پیشِ خدمت ہے۔ تحقیق کو ایک علمی رویہ اور ایسی جمالیاتی روش قرار دیا جا سکتا ہے جس پر گامزن ہو کر زندگی کے حقائق کا نہ صرف ادراک کیا جا سکتا ہے بلکہ اس کے توسط سے ماہیتِ حیات میں تغیر و تبدل اور تحرک و پیش قدمی کے راستے اور طریقے بھی دریافت کیے جا سکتے ہیں لیکن فکری طور پر جمود کا شکار معاشرے تقلید کی روش برقرار رکھنے کے لیے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور فکری مفلسی کو انفرادی اور اجتماعی سطح پر بانٹتے ہیں۔ ہماری اجتماعی زندگی میں تحقیق و تنقید کا علمی اور دانشورانہ رویہ کب اور کیسے مفقود ہو گیا، اس حوالے سے ہمارے اہلِ علم و دانش حرفِ استفہام رقم کرتے چلے آئے ہیں اور سماجی سطح پر اس کا جواب شاید یہ دیا جاتا رہا ہے کہ:

شیر مردوں سے ہوا پیشۂ تحقیق تہی
رہ گئے صوفی و مُلّا کے غلام اے ساقی!

یہ امر بہ ہر حال حوصلہ افزا اور اطمینان بخش ہے کہ جامعات اور دانش گاہوں میں روشِ تحقیق کی ہمواری کی طرف توجہ دی جا رہی ہے اور اس سلسلے میں ہائر ایجوکیشن کمیشن اور جامعات کا باہمی تعاون مفید نتائج مرتب کر رہا ہے۔ اُمید واثق ہے کہ اس تعاون کے عمل سے تحقیق و تنقید کا عمل تیز تر ہو گا اور نئے محققین کے لیے راستے کی دشواریاں کم ہو جائیں گی۔ لاہور گیریژن یونیورسٹی اور ہائر ایجوکیشن کمیشن کا اشتراک مفید نتائج کا حامل رہا ہے۔

''نورِتحقیق'' کا اُردو کی لسانی اور ادبی تحقیق کے حوالے سے کردار اب تک مثالی اور لاثانی نوعیت کا رہا ہے کیوں کہ اس نے مقالات کی اشاعت میں معیار کے حوالے سے کبھی سمجھوتہ نہیں کیا اور اب تک اس نے لاہور گیریژن یونیورسٹی کے شعبۂ اردو کی قومی اور بین الاقوامی کانفرنسوں میں پڑھے جانے والے مقالات کو بھی اپنے صفحات کی زینت بنایا ہے تاکہ ہائر ایجوکیشن کمیشن اور لاہور گیریژن یونیورسٹی کے اشتراک کے مثبت نتائج علم و ادب کے محققین کی پہنچ میں آ سکیں۔ لاہور گیریژن یونیورسٹی نے جدت اور روایت کے حسین امتزاج سے شعبۂ اُردو کو انتہائی رفعت اور بلند مقام تک پہنچا دیا ہے۔ لاہور گیریژن یونیورسٹی کی خوش قسمتی ہے کہ اس مؤقر ادارے کو اس بار بھی محترم میجر جنرل شہزاد سکندر (ر) ہلالِ امتیاز (ملٹری) وائس چانسلر کی قیادت اور سرپرستی نصیب ہوئی ہے۔ ہمارے محترم وائس چانسلر صاحب اُردو زبان و ادب سے محبت بھی کرتے ہیں اور اُردو ادب کا گہرا مطالعہ بھی رکھتے ہیں۔

''نورِتحقیق'' کو موجودہ مقام و مرتبہ دلانے میں اس کے قلمی معاونین اور اہلِ دانش کا بنیادی کردار ہے جو اپنی تحاریر کے توسط سے اس کی بھرپور معاونت کرتے رہے ہیں۔ امیدِ واثق ہے کہ آپ کا ''نورِتحقیق'' سے قلمی اور قلبی تعلق اسی طرح برقرار رہے گا۔ اللہ آپ کا اور ہمارا حامی و ناصر ہو۔ (آمین)

ڈاکٹر محمد ارشد اویسی
(مدیر)

ابتدائی ثانوی جماعتوں میں تدریسِ زبان و قواعد کی اہمیت

پروفیسر ڈاکٹر اصغر علی بلوچ

Prof. Dr. Asghar Ali Baloch

Chairman, Department of Urdu,

Govt. Science College, Samanabad, Faisalabad.

کنیز فاطمہ

Kaneez Fatima

Ph.D Scholar, Department of Urdu,

Govt. College Women University, Madina Town, Faisalabad.

Abstract:

Language is not only a mode of communication but also the way to express emotions. Urdu is among the biggest languages of the world and has its grammer and literature parts. Normally, teaching the literature is focussed as compared to its grammer part. Therefore, the neglected part becomes tough to teach and learn later on. It is need of the hour to focus on the grammer part of the language along with its literature part. In the article, the said issue is focussed to show the importance of grammer at secondary education level.

زبان ایک بنیادی وسیلہ ہے جس کے ذریعے کوئی جاندار اپنی ذہنی کیفیت کا اظہار کر سکتا ہے اور اسے اپنے احساسات، جذبات، اثرات اور خیالات کے موثر ابلاغ کے لیے استعمال میں لاتا ہے۔ زبان کی ایک خاص علامتی حیثیت ہوتی ہے جو اسے اشاراتی درجہ عطا کرتی ہے اور ایسی تکلمی یا نطقی آوازوں سے متشکل ہوتی ہے جو باقاعدہ ایک نظام کے ذریعے ابلاغ کا فریضہ انجام دیتی ہے بقول شاعر:

لفظ رسوا ہوئے صدا بن کر
آبرو رہ گئی اشاروں کی

زبان میں لفظ رسوا ہوں یا قابلِ عزت یہ حقیقت اپنی جگہ موجود ہے کہ الفاظ بھی اپنے اندر زندگی کی تمام تر توانائیاں رکھتے ہیں اور ان کے وحدت سے ہی زبان تشکیل پاتی ہے بقول ڈاکٹر سلیم اختر:

''زبان کی وحدت دراصل الفاظ کی کثرت کی مرہونِ منت ہوتی ہے اور ان ہی الفاظ سے زبان ایک نامیاتی وحدت کی صورت اختیار کرتی ہے کہ ہر جزو، لفظ کی صورت میں اپنی

انفرادیت بحال رکھتے ہوئے زبان کے وسیع کل کی تشکیل کرتا ہے''۔(۱)

الفاظ کی نامیاتی وحدت ہی دراصل ان کی اہمیت کو واضح کرتی ہے اور وہ صدیوں تک تہذیبی و ثقافتی زندگی کی نمائندگی کرتے ہیں۔ افراد کے مقابلے میں الفاظ کی زندگی کو دیکھیں تو یہ راز کھلتا ہے کہ یہ ہمیشگی کی فضیلت سے سرشار ہیں اور اگر یہ عوام کی زبان پر جگمگاتے رہیں تو تخلیقی توانائیوں سے بہرہ ور ہو کر ابدی زندگی سے مُتصِف ہو جاتے ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ زبان کی تدریس کے سلسلے میں کیا اقدامات کیے جائیں تا کہ یہ ابتدائی جماعتوں سے لے کر ثانوی جماعتوں تک کے طلبہ و طالبات کی لسانی مہارتوں کا حصہ بن سکے اور تحصیلِ زبان میں مؤثر کردار ادا کر سکے؟

اس سلسلے میں ماہرینِ تعلیم و تعلّم نے کئی قواعد مقرر کیے ہیں جہاں تک ابتدائی (پرائمری) جماعتوں میں تدریسِ اردو کے مقاصد کا تعلق ہے تو ان میں سننا، بولنا، پڑھنا، لکھنا اور قواعد وغیرہ شامل ہیں لہٰذا بولنے، پڑھنے اور لکھنے میں مہارت کے ساتھ ساتھ ذخیرۂ الفاظ میں وسعت اور دیگر ضروری لسانی اُمور کی مشق سے ان مقاصد کو پورا کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ثانوی منزل میں سابقہ معلومات کو مزید مشق سے مستحکم کیا جاتا ہے اور ابتدائی ثانوی میں تو زیادہ تر پہلی چار مہارتوں پر ہی زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ سننے بولنے، پڑھنے اور لکھنے پر خاص توجہ دی جاتی ہے اور ان چاروں مہارتوں کو خاطر خواہ طریقے سے پیدا کیا جاتا ہے۔ مختصر تقریریں، کتاب خوانی اور ابتدائی نوعیت کی انشا پردازی کے ذریعے طلبہ و طالبات کو زیادہ فعال کیا جاتا ہے اور یہ بہ طورِ خاص قواعد کے سلسلے میں قواعدِ زبان جملوں، اسما، افعال، حروف وغیرہ کی اقسام کے ساتھ ساتھ مرکبّات اور زبان کی ساخت وغیرہ سکھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ہمارے ہاں بڑا مسئلہ یہ ہے کہ زبان و ادب کو ایک ساتھ رکھ کر پڑھایا جاتا ہے اور بعض اوقات تو اساتذہ کو یہ بھی علم نہیں ہوتا کہ کس سطح پر کیا پڑھانے پر زور دینا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ تدریسِ زبان کا عمل ناقص رہتا ہے اور خاص طور پر جہاں مادری زبان اُردو کے علاوہ کوئی اور ہوتی ہے، وہاں یہ مشکلات اور بھی بڑھ جاتی ہیں۔ اس لیے پاکستان جو ایک کثیر اللسانی ملک ہے، یہاں صورتِ حال کے مطابق تدریسِ اُردو کا مناسب طریقہ اختیار کرنے کی اشد ضرورت ہے اور ابتدائی ثانوی جماعتوں میں طلبہ کو سننے، بولنے، پڑھنے، لکھنے اور مبادیاتِ قواعد سے آگاہ کرنے کی طرف زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ موجودہ عہد میں تدریسِ زبان کا تصور بہت حد تک بدل گیا ہے۔ جامعات میں تو زبان یعنی "Linguistics" اور ادب یعنی "Literature" کے علاحدہ علاحدہ شعبے قائم کر دیئے گئے ہیں اور اس حقیقت پر زور دیا جاتا ہے کہ زبان کی تدریس کی جائے جس میں ادبی زبان سے زیادہ عام بول چال کی زبان (Functional Language) کو بنیاد بنایا جائے، اس کے پیچھے یہ منطق کارفرما ہے کہ بول چال کی زبان ادبی زبان کی نسبت عام فہم ہوتی ہے اور جب طالبِ علم زبان سیکھ جائے گا تو وہ ادب کو بھی بہتر طور پر پڑھ سکتا ہے لہٰذا ہمیں میٹرک تک زبان کے سننے، بولنے، پڑھنے، لکھنے کی اتنی مشق کرانی چاہیے کہ زباندانی کے ساتھ ساتھ طلبہ و طالبات درست تلفظ، لب و لہجہ، مشکل الفاظ و تراکیب، سبق کی آموزش، ذخیرۂ الفاظ، جملوں کی ساخت اور قواعد وغیرہ سیکھنے کے قابل ہو جائیں۔ نظم و نثر میں جملے کی ساخت مختلف ہوتی ہے۔ اساتذہ کا فرض ہے کہ وہ اس فرق کو واضح کریں۔ نصاب میں ایسی تحریریں شامل کرنے کی ضرورت ہے جو موجودہ عہد کے اسلوب کی زندہ مثالیں ہوں اور سادہ اور رواں ہوں۔ روزمرہ بول چال کی زبان کو اہمیت دی جائے کیوں کہ بقول ڈاکٹر صدیق شبلی:

''اب معیاری زبان ادبی زبان کو نہیں بلکہ روزمرہ زبان کو قرار دیا جاتا ہے۔''(۲)

دورانِ تدریس اگر مشکل الفاظ، مرکبات اور اصطلاحات آ جائیں تو یہ اساتذہ کا فرض ہے کہ وہ ان کی وضاحت کریں

اور اگر وہ اصطلاحات دیگر علوم سے متعلق ہیں تو ان کی بھی تشریح کریں۔ اُردو کو پاکستان کی سرکاری، دفتری اور تعلیمی زبان بنانے میں اساتذہ اہم کردار ادا کر سکتے ہیں اس لیے ان کا تربیت یافتہ ہونا بے حد ضروری ہے۔ تدریسِ زبان کے سلسلے میں تدریسِ قواعد سے آگاہی لازمی ہے۔ عام طور پہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ قواعد کو الگ سیکھنے کی ضرورت نہیں ہے اور یہ جملہ اکثر سننے میں آتا ہے کہ ''مادری زبان کی تحصیل کے لیے قواعد کے سیکھنے کی ضرورت نہیں۔'' یہ بات اپنے اندر جزوی صداقت رکھتی ہے کہ بول چال کی حد تک تو شاید قواعد سیکھنے کی ضرورت نہیں کیوں کہ اہلِ زبان میں رہ کر ایک بچہ خود بخود زبان کے ابتدائی قرینوں سے واقف ہو جاتا ہے اور اسے با قاعدہ قواعد سیکھنے، پڑھنے یا لکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن بول چال کی زبان جب تحریری کی زبان بنتی ہے اور قومی اور ملکی حدود سے نکل کر بین الاقوامی حدود کو چھوتی ہے تو اس کے آفاق وسیع ہوتے جاتے ہیں۔ اس کے ذخیرۂ الفاظ میں وسعت پیدا ہوتی جاتی ہے اور نفاست، لطافت کے ساتھ ساتھ وہ منظّم، معنی آفرین اور با ضابطہ علمی و ادبی زبان کا درجہ حاصل کر لیتی ہے تو اہلِ زبان کو بھی اس کے قواعد سیکھنے کی ضرورت پڑتی ہے، اس طرح ثانوی زبان کا وسیع مطالعہ تو قواعد کا محتاج ہوتا ہی ہے لہٰذا بے شک زبان قواعد کے ذریعے وجود میں نہیں آتی بلکہ زبان کے گہرے مطالعے سے ماہرینِ زبان اس کے اصول و ضوابط مرتب کرتے ہیں لیکن اس کی درستی، اصلاح اور ترقی کے لیے قواعد کو جاننا اور ان پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔ اس سلسلے میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے خلیل صدیقی کہتے ہیں:

> ''۱۹۵۰ء کے بعد کچھ ماہرینِ لسانیات کا یہ نقطۂ نظر رہا ہے کہ بچے میں قواعد سازی کی افتادِ طبع موروثی ہوتی ہے۔ یہ افتادِ طبع اور دماغی استعداد ماحول کی بول چال کی تحریک پر سرگرم عمل ہو جاتی ہے اور بچہ ایسے جملے بنانے اور بولنے لگتا ہے جو اس ماحول کے لسانی نظام میں کھپ سکیں۔ گویا یہ ماہرین ''آفاقی گرامر'' کے قائل ہیں لیکن اس بات سے اتفاق ممکن نہیں کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو دنیا بھر کی زبانیں گرامر کے لحاظ سے ایک جیسی ہوتیں، مختلف نہیں۔''(۳)

اس اعتبار سے دیکھیں تو کسی بھی زبان پر مکمل عالمانہ دسترس کے لیے اس کے قواعد کو جاننا ضروری ہوتا ہے کیوں کہ قواعد سے زبان کی ساخت کا علم ہوتا ہے اور لسانی لغزشوں سے آگاہی ہوتی ہے۔ مادری زبان ہو یا ثانوی زبان قواعد سیکھنے سے زبان دانی میں کمال پیدا ہوتا ہے اور اس کی تخلیقی توانائیوں کے بھرپور استعمال کا موقع ملتا ہے یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر سلیم فارانی نے قواعد کی اہمیت پر اس طرح روشنی ڈالی ہے:

> ''قواعد ہی کے علم سے اظہارِ خیال کی لفظی و معنوی غلطی ظاہر ہوتی ہے اسی کی بدولت اس غلطی کی صحت و اصلاح ہوتی ہے۔ قواعد کا منتہائے مقصود یہی ہوتا ہے کہ کسی طرح صحیح بولنا اور صحیح لکھنا آ جائے ضمنی طور پر قواعد توجہ کو بیدار کرتی ہے اور قوتِ ارتکاز کو چمکاتی ہے۔۔۔''(۴)

جہاں تک قواعد کا تعلق ہے علمائے قدیم اسے ناگزیر تصور کرتے ہیں لیکن جدید مفکرین نے اس کی ضرورت سے انکار کیا ہے جس کی وجہ سے ہمارے مدرسین نے اسے دردِ سر سمجھ لیا ہے اور نتیجتاً زبان کی صحت، تلفظ اور املا وغیرہ کے مسائل پہلے سے زیادہ ہو گئے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ رٹے رٹائے قواعد کے بجائے دورانِ تدریس زبان کے اہم اصول، قواعد وغیرہ کی نشاندہی کی جائے اور طلبہ کو استخراجی طریقے کے بجائے استقرائی طریقے سے مناسب مثالوں سے قواعد کے اصول بتائے جائیں اور زیادہ بہتر صورتِ حال یہ ہے کہ ان دونوں طریقوں کی ہم آہنگی سے اس کی صحیح عملی صورت اپنائی جائے اور

بقول ڈاکٹر سلیم فارانی:

> ''صحیح طرزِ عمل یہ ہے کہ طریقِ استقرائی سے ابتدا کی جائے اور جب اصول پورے طور پر ذہن نشین ہو جائیں تو پھر استخراجی طریق کے مطابق اور مثالوں میں اس اصول کے استعمال کی مسلسل مشق کرائی جائے اس کے بعد مطالعہ اور انشا میں قواعد کے خواندہ اصولوں کا لحاظ کیا جائے۔ابتدائی جماعتوں میں استقرائی طریق سے ابتدا ہونی چاہیے البتہ اعلیٰ جماعتوں میں استخراجی طریق سے ابتدا کرنے میں حرج نہیں۔''(۵)

ابتدائی ثانوی جماعتوں میں علم ہجا، علم صرف اور علم نحو کے مسائل کے علاوہ علم معانی وغیرہ سکھانے کی اشد ضرورت ہے۔حروف کی اقسام، اشکال، حرکات، اعراب، جملے کی ساخت اور تحویل، جملوں کی تحلیل، اسما کی جنس وتعداد، افعال، کلمات، محاورات، اور رموزِ اوقاف کی تدریس لازمی ہے۔اس سلسلے میں اساتذہ کی تربیت انتہائی ضروری ہے۔ ہمارے اکثر اساتذہ زبان کی ساخت اور قواعد وغیرہ سے نابلد ہوتے ہیں اور بسا اوقات تو زبان وادب کی استحسانی نزاکتوں سے بھی عاری ہوتے ہیں۔اس سلسلے میں ابتدائی ثانوی جماعتوں میں ایسے اساتذہ کو تعنیات کیا جائے جو کم از کم اُردو میں ایم اے سطح کی ڈگری رکھتے ہوں اور ان کے ٹیسٹ اور انٹرویو میں اس امر کو یقینی بنایا جائے کہ وہ ادب کے ساتھ ساتھ زباندانی پر بھی مہارت رکھتے ہوں اور اس کے بعد بھی گاہے بہ گاہے مستقل بنیادوں پر ان کی عملی تربیت کا اہتمام کرتے رہنا چاہیے تا کہ وہ صحیح معنوں میں تدریسِ زبان واُردو کے فرائض انجام دے سکیں۔تدریس زبان اُردو کے سلسلے میں اساتذہ کو ان امور پر خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے:

۱۔استاد کو زبان کے قواعد کا بنیادی علم ہونا چاہیے تا کہ وہ اپنی گفتگو اور تحریر میں خود درست زبان کا استعمال کرے اور طلبہ میں بھی اس کا شعور پیدا کرے۔

۲۔استاد کو طلبہ کی لسانی اغلاط کا علم ہو اور وہ درستی پر قادر ہو۔

۳۔زبان کے معیار سے متعلق آگاہ ہو اور معیاری زبان بولنے، پڑھنے اور لکھنے پر دسترس رکھتا ہو۔

۴۔تدریس میں لسانی اصولوں پر کاربند ہو۔

۵۔زبان وادب کی لطافتوں کا استحسان کر سکے اور طلبہ میں بھی اس کا ذوق بیدار کر سکے۔

مختصر طور پہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ابتدائی ثانوی جماعتوں میں طلبہ کو قواعد کے علم سے کماحقہ، آگاہ کرنے کی ضرورت ہے۔تدریسِ زبان کے تقاضوں کے مطابق اس امر پر زور دیا جائے کہ زبان کے اجزا، ان کے روابط اور زبان کے صحیح استعمال کو یقینی بنایا جائے۔زبان کی تنظیم کا تعلق قواعد سے ہے اور قواعد کے بغیر تحریری، ادبی اور علمی زبان پر دسترس ممکن نہیں ہے۔زبان کی درستی، ترقی، عالمانہ مہارت اور معیار بندی کے لیے قواعد کا علم ناگزیر ہے اور طلبہ وطالبات میں شعوری طور پر اس علم کی ترویج ہی سے کسی بھی زبان کا تخلیقی استعمال ممکن بنایا جا سکتا ہے۔ان تمام امور کی پیش نظر ہم اس نتیجے میں پہنچتے ہیں کہ ہمارے اساتذہ کو قواعد کا وسیع علم ہونا چاہیے تا کہ وہ طلبہ میں صحیح طور پر زباندانی کا شعور پیدا کر سکیں اور اردو کی بہتر خدمت میں اپنا فعال کردار ادا کرتے رہیں۔

حوالہ جات

۱۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، انتیسواں ایڈیشن، ۲۰۰۹ء، ص: ۲۹

۲۔ شبلی، محمد صدیق خان، ڈاکٹر، تدریسِ زبان اور اردو، مشمولہ: تدریس اُردو (اختیاری) بی ایڈ پروگرام، اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اشاعت دوم، ۲۰۱۵ء، ص:۱۰۱

۳۔ خلیل صدیقی، زبان کیا ہے، ملتان: بیکن بکس، ۲۰۰۹ء، ص:۴۱

۴۔ سلیم فارانی، ڈاکٹر، اردو زبان اور اس کی تعلیم، لاہور: پاکستان بک سٹور، بارِ دوم، ۱۹۶۲ء، ص:۱۹۔۷

۵۔ ایضاً، ص:۲۹۔۷

☆......☆......☆